OPEN ACCESS
Al-Nasr
ISSN (Online): 2958-9398
ISSN (Print): 2959-1015
https://alnasrjournal.com

امام ابوالحسن الماوردیؒ کے مصادر تفسیر اور منہج واسلوب: سورۃ النساء کا اختصاصی مطالعہ

Abū al-Ḥassan al-Māwardī's Interpretive sources, Methodology, and Style: A study of *Sūrah al-Nisā'*

Muhammad Shafeeq khan
M.Phil. Research scholar Qurtuba University of Science and Information Technology Peshawar, Khyber Pakhtunkhwa
Dr. Sardar Ali
Assistant professor, Department of Islamic studies, Qurtuba University of Science and Information Technology Peshawar, Khyber Pakhtunkhwa

Abstract

"The chapter of An-Nisa (Women) in the Holy Quran is not limited to a single theme, but encompasses various subjects, including an important topic addressing the rights and responsibilities among relatives. It begins with a brief account of human history before elaborating on the rights and regulations pertaining to family ties and relationships. The exposition starts with a concise historical account of human origin, emphasizing that all humans are the offspring of Prophet Adam (peace be upon him). Hence, there exists a familial relationship among all humans. Whether the relationship is close or distant, there is a bond of kinship between individuals. The rights of relatives are discussed, including the guidelines concerning orphans. The responsibilities of the guardians of orphans are emphasized regarding their care and upbringing. Similarly, the rights of women are discussed, encompassing marriage, inheritance, and protocols to be observed during conflicts between co-wives and in the event of a

CC BY

husband's death, ensuring the rights of the widowed woman and other related matters.

Furthermore, social issues affecting Muslims are discussed, such as financial matters, defense in times of enemy attack, establishment of justice, fulfillment of trust, and some basic rules regarding the prohibition of alcohol. Additionally, certain primary rules and regulations related to worship, specifically concerning prayer, cleanliness, and prayer during fear, are addressed. Alongside, there is a discussion about Jews, hypocrites, and some of their characteristics. Within these regulations, preaching and advice, encouragement for good deeds, caution against envy, and similar admonitions to refrain from evil actions are also highlighted.

Keywords: Tafsiri Masadar, Al Nukat walyoon, Surat An'nisa, Manhaj o Usloob e Tafseer.

تمہید

اس فانی دنیا میں کچھ شخصیات ایسی ہوتی ہیں کہ وہ جسمانی طور پر تو کچھ عرصہ یہاں گزار کر پھر اگلے جہاں کے راہی ہو جاتے ہیں، مگر اپنے علمی کارناموں اور امت کے لیے ایک عظیم علمی ذخیرہ وراثت میں چھوڑ جانے کے سبب وہ رہتی دنیا تک لوگوں کے دلوں اور علمی مجالس میں زندہ رہتے ہیں، ان ہی شخصیات میں پانچویں صدی ہجری میں گزری ایک عظیم شخصیت ابوالحسن الماوردیؒ کی بھی ہے کہ تقریباً ہزار سال گزرنے کے بعد بھی ان کی شخصیت اپنے علمی کارناموں کے باعث اہل علم کی علمی محافل میں ایک زندہ شخصیت ہے۔

نام ونسب

آپ کا نام علی بن محمد بن حبیب تھا، ابوالحسن کنیت رکھتے تھے، اور "الماوردی" کی نسبت سے مشہور ہوئے، چنانچہ علمی حلقوں میں آپ کنیت اور نسبت ہی سے مشہور ہے اور ابوالحسن الماوردی کے نام سے یاد کیے جاتے ہیں۔ "الماوردی" (میم اور واو کے فتحہ، راء کے سکون کے ساتھ) یہ نسبت ہے "ماء الورد" کی طرف۔ "الورد" عربی زبان میں گلاب کو کہا جاتا ہے اور "ماء" پانی کو، اور دونوں کے مرکب کا مفہوم ہے گلاب کا پانی، چونکہ آپ کے والد صاحب گلاب کا پانی فروخت کرنے کے پیشے سے وابستہ تھے، چنانچہ اسی نسبت سے مشہور ہوئے، اور بعد میں اولاد میں یہی نسبت نقل ہوتی چلی آئی۔[1]

پیدائش اور تحصیل علوم

آپ (364ھ) کو عراق کے مشہور ساحلی شہر بصرہ میں پیدا ہوئے، اور یہیں سے اپنے علمی سفر کا آغاز کیا، چنانچہ بصرہ شہر میں اپنے وقت کے مشہور فقیہ ابو القاسم صیمریؒ (متوفی: 386ھ) سے کسبِ فیض کیا، اور پھر مزید علمی پختگی پیدا کرنے کی غرض سے بصرہ سے مدینۃ العلم بغداد کا رخ کیا، اور وہاں کے مشہور فقیہ ابو حامد الِاسفرائینیؒ (متوفی: 410ھ) کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرکے اپنی علمی پیاس بجھائی۔ ان دو حضرات کے علاوہ آپ کے اساتذہ کرامؒ میں ابو علی حسن بن علی الجبلیؒ، محمد بن المعلی

الآسدی الآزدی اور جعفر بن محمد بن فضل المارستانیؒ شامل ہیں۔ تراجم کی کتابوں میں آپ کے شاگردوں کی محدود تعداد ملتی ہے ، جس کی وجہ بظاہر یہ ہے کہ آپؒ کی وابستگی درس وتدریس کے بجائے قضاء سے رہی ہے۔ ان کے شاگردوں میں ابو بکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب البغدادیؒ، ابو محمد عبد الغنی بن نازل بن یحیٰ الآلواحی المصری، ابو الحسن علی بن سعید بن عبد الرحمٰن العبدری، ابو الفضائل محمد بن احمد بن عبد الباقی الربعی اور ابو العز بن کادش جیسے حضرات شامل ہیں[2]۔

قضاء سے وابستگی

اپنے وطن اصلی بصرہ اور مدینۃ العلم بغداد میں اپنی علمی پیاس بجھانے اور طالب علمی کی زندگی پوری کرنے کے بعد آپؒ نے عملی میدان میں قدم رکھا، اور اپنی علمی صلاحیتوں سے امت مسلمہ کو بہرور فرمایا۔ عملی میدان میں آپؒ نے عملی میدان میں شعبۂ قضاء کا انتخاب فرمایا، اور مختلف علاقوں میں بطور قاضی کے اپنے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ آخر کار اُس زمانے کے مرکزی شہر بغداد میں منتقل ہوئے، اور وہیں بطور قاضی کے اپنے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ قضاء کے میدان میں بھی آپؒ نے اپنالوہا خوب منوایا، اور اس میدان میں بڑا نام کمایا، چنانچہ اس شعبے میں آپ کی فنی مہارت کی وجہ سے آپؒ قاضی القضاء" جیسے بڑے لقب سے نوازے گئے۔[3]

علمی مقام اور مرتبہ

علامہ ماوردیؒ کا شمار اپنے زمانہ کے مایہ ناز علماء میں سے ہوتا ہے۔ آپؒ بیک وقت ایک دقیقہ سنج فقیہ، ایک عظیم مفسر اور ایک باکمال ادیب تھے۔ فقہ شافعی میں امامت کے درجے پر فائز تھے، فقہ شافعی پر آپؒ کی مشہور کتاب "الحاوی الکبیر" آپ کی فقہی بصیرت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ آپ کے معاصر اور بعد میں آنے والے اہل علم یکساں آپؒ کی تعریف وتوصیف میں رطب اللسان نظر آتے ہیں، چنانچہ آپؒ کا باکمال شاگرد اور اپنے وقت کے مشہور نقاد محدث اور مؤرخ خطیب بغدادیؒ آپ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "كان من وجوه الفقهاء الشافعيين، وله تصانيف عدة....كتبت عنه، وكان ثقة".[4] "فقہائے شافعیہ میں آپؒ بلند مقام پر فائز تھے، انہوں نے کثیر تعداد میں کتابیں لکھی ہیں۔ میں اُن کی علمی باتیں تحریری صورت میں محفوظ کرچکا ہوں، اور آپؒ ثقہ درجے کے آدمی تھے" علامہ تاج الدین سبکیؒ، جو فقہ شافعی کے باکمال فقیہ ہیں' ان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ "وكان إماما جليلا رفيع الشأن له اليد الباسطة في المذهب والتفنن التام في سائر العلوم".[5] آپؒ امامت کے درجے پر فائز تھے، عظمت والے اور عالی مرتبت شخص تھے، فقہ شافعی پر انہیں کامل عبور حاصل تھا، اور اس کے علاوہ دیگر علوم وفنون سے بھی واقف تھے۔ مشہور محدث، مفسر اور مؤرخ علامہ سیوطیؒ اُن کے بارے میں رقم طراز ہیں کہ "وكان حافظا للمذهب، عظيم القدر، مقدماً عند السلطان".[6] آپؒ کو مذہب شافعی زبانی یاد تھا، عالی مقام وعالی مرتبت تھے، اور بادشاہِ وقت کے ہاں آپ کا بڑا مقام تھا۔ ان کے علاوہ دیگر حضرات کی تعریفی وتوصیفی کلمات بھی آپؒ کے بارے میں ملتے ہیں، مگر اس مختصر مضمون میں مزید حوالے دینے کی گنجائش معلوم نہیں ہوتی، چنانچہ انہی حضرات کی توصیفی عبارات پر یہاں اکتفا کیا جاتا ہے۔

علمی آثار وخدمات

پہلے یہ بات گزر چکی ہے کہ تحصیل علوم کے بعد آپؒ قضاء جیسے اہم اور نازک عہدے سے وابستہ ہوئے تھے۔ قضاء جیسا اہم عہدہ انسان کو دیگر تمام کاموں سے مشغول رکھنے کے لیے کافی ہوتا ہے، مگر علامہ ماوردیؒ نے اس عہدے کو بحسن خوبی سنبھالنے کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف کے میدان سے بھی اپنے آپ کو وابستہ رکھا، اور اس میدان میں بھی امت مسلمہ کو علم کی موتیوں سے بہرور فرمایا، چنانچہ آپؒ نے ایسی گراں قدر کتابیں تصنیف فرمائی ہیں، جن میں بعض کی نظیر اور مثال آج تک کوئی پیش نہیں

کر سکا۔ ذیل میں انتہائی اختصار کے ساتھ آپؒ کی چند تصانیف کا تذکرہ پیش خدمت ہے: فقہی مسائل پر مشتمل آپؒ نے ایک طویل کتاب لکھی ہے، جو **الحاوی الکبیر فی الفروع** کے نام سے موسوم ہے، اس کے علاوہ فقہی جزئیات پر آپؒ کی ایک مختصر کتاب **الاقناع فی الفروع** کے نام سے بھی ملتی ہے۔ فقہ کے عمومی مسائل پر ان دو کتابوں کے علاوہ آپؒ نے کچھ خصوصی ابواب پر مستقل کتابیں بھی لکھی ہیں، جیسا کہ شرعی سیاست سے متعلقہ مسائل پر آپؒ نے **الأحکام السلطانیۃ** کے نام سے کتاب لکھی ہے، اس کے علاوہ اپنے زمانے کے ایک وزیر کے واسطے قانون الوزارۃ وسیاسۃ الملک کے نام سے ایک مختصر رسالہ لکھا تھا، جو اپنی افادیت کے پیش نظر اب شائع بھی ہو چکی ہے۔ فقہ جو آپ کا اختصاصی میدان تھا، اس کے علاوہ دیگر علوم پر آپؒ کی کتابیں ملتی ہیں، چنانچہ انہوں نے **النکت والعیون** کے نام سے تفسیر بھی لکھی ہے، جو علمی حلقوں میں "تفسیر الماوردی" کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ دینی آداب اور اخلاق کے موضوع پر آپؒ نے کتاب لکھی ہے، جو **"أدب الدین والدنیا"** کے عنوان سے موسوم ہے۔ نیز نبی کریم ﷺ کی معجزات کے بیان پر مشتمل بھی ایک کتاب کا تذکرہ بھی آپؒ کی تصانیف میں ملتا ہے، جو **"دلائل النبوۃ"** کے نام سے موسوم ہے۔

آپؒ کی تصنیفات اہل علم کی نظر میں

آپؒ کی لکھی ہوئی کتابوں کے علمی مقام اور حیثیت کا کچھ اندازہ کبار اہل علم اور نقاد محدثین اور مؤرخین کے تبصروں سے لگایا جاسکتا ہے، اس سلسلے میں بہت سارے حضرات کے اقوال اور تبصرے ملتے ہیں، ذیل میں ان کی کتابوں پر چند مشہور اہل علم کے تبصرے پیش خدمت ہیں: علامہ ابن خیرونؒ نے آپ کی تمام کتابوں پر اجمالی تبصرہ کیا ہے، اور حافظ ابن صلاحؒ، جو فقہ شافعی کے ماہر فقیہ اور مشہور محدث ہیں، نے اُن کا تبصرہ نقل کرکے اُن کی رائے سے اتفاق کیا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں کہ "له التصانيف الحسان في كل فن من العلوم".[7] علوم شرعیہ میں سے ہر فن پر ان کی بہترین تصانیف لکھی ہوئی ملتی ہیں۔ مشہور مؤرخ اور نقاد محدث علامہ ذہبیؒ آپ کی زندگی کے حالات لکھتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ "وله مصنفات كثيرة في الفقه والتفسير، وأصول الفقه والأدب".[8] فقہ وتفسیر، اصول فقہ اور اسلامی آداب پر آپؒ نے کثیر تعداد میں تصانیف لکھی ہیں۔ آپؒ کی تصنیفات میں سب سے مایہ ناز تصنیف "الحاوی الکبیر فی الفروع" ہے، اس کتاب کی وسعت اور اہمیت کے بارے میں حاجی خلیفہؒ لکھتے ہیں: "وهو كتاب عظيم، في عشر مجلدات، ويقال أنه ثلاثون مجلداً، لم يؤلف في المذهب مثله".[9] اور یہ (الحاوی الکبیر) ایک عظیم کتاب ہے، دس جلدوں پر مشتمل ہے، اور ایک قول کے مطابق تیس جلدوں پر مشتمل ہے، اس جیسی کتاب مذہب شافعی پر کوئی نہیں ملتی۔

تفسیر "النکت والعیون" کا تعارف

تفسیر "النکت والعیون" جو اہل علم کے ہاں "تفسیر الماوردی" کے نام سے بھی معروف ہے، علامہ ماوردیؒ کی ایک شاہکار اور نمایاں تصنیف ہے، آپؒ کی تصانیف میں اس تفسیر کو نمایاں مقام حاصل ہے، چنانچہ آپؒ کے حالات زندگی سے متعلق جس مؤرخ نے بھی کچھ لکھا ہے تو انہوں نے آپؒ کی تصانیف میں اس تفسیر کا ذکر ضرور کیا ہے، البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ کسی نے باقاعدہ اس تفسیر کا نام "النکت والعیون" لکھا ہے اور کسی نے صرف اتنی بات لکھنے پر اکتفا کیا ہے کہ آپؒ نے تفسیر پر بھی ایک کتاب لکھی ہے۔ اس بات کی توثیق وتصدیق کے لیے علامہ ابن جوزیؒ کی کتاب "المنتظم فی تاریخ الامم والملوک"، علامہ ذہبیؒ کی "سیر أعلام النبلاء" اور حاجی خلیفہؒ کی مشہور کتاب "کشف الظنون" کی مراجعت کی جاسکتی ہے۔[10] ذیل میں اس تفسیر کے چند پہلوؤں کو زیرِ بحث لاکر اس کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے:

وجہ تسمیہ

علامہ ماوردیؒ نے اپنی تفسیر کا نام "النکت والعیون" رکھا ہے، یہ نام دو لفظوں سے مل کر بنا ہے: "النکت" اور "العیون"۔ "نکت" فُعَلٌ کے وزن پر ہے، اور عربی گرائمر کے لحاظ سے یہ "نکتۃ" کی جمع ہے، جس طرح "غرفۃ" کی جمع "غرف" استعمال ہوتی ہے، یہ "نکت فی الارض" سے لیا گیا ہے، جس کا معنی ہے کہ لکڑی وغیرہ سے زمین کھریدنا، اس عمل کے نتیجے میں زمین پر جو معمولی سا نشان بنتا ہے، اُس نشان کو "نکتۃ" کہا جاتا ہے۔ چونکہ لکڑی سے زمین کھریدنے کا عمل زیادہ تر گہرے غور و فکر کے وقت انجام پاتا ہے، اس لیے اہل علم کی اصطلاح میں "نکتۃ" دقیق علمی مسئلے کے معنی میں استعمال ہونے لگا، کیونکہ زمین پر لکڑی کے کھرید سے پڑنے والا نشان اور دقیق علمی مسئلہ دونوں غور و فکر اور سوچنے کا نتیجہ ہوتا ہے، اور دقیق علمی مسئلہ سننے کے بعد دِل پر اُس کا اثر نقش ہو جاتا ہے، چنانچہ "نکت" اہل علم کے ہاں دقیق علمی مسائل سے عبارت ہے۔ اسی معنی کو مد نظر رکھ کر مصنفؒ نے اپنی تفسیر کے نام کا پہلا جزء "النکت" رکھا۔[11] نام کا دوسرا اجزء "العیون" ہے، یہ لفظ لغوی اعتبار سے "عین" کی جمع ہے، اور "عین" ایک مشترک لفظ ہے، جن کے کئی سارے معانی میں سے ایک معنی "پانی کا چشمہ" بھی ہے، اسی معنی کے لحاظ سے یہاں "العیون" کا لفظ استعمال ہوا ہے، لیکن یہاں "العیون" سے پانی کے چشمے نہیں، بلکہ علوم کے چشمے مراد ہیں۔[12] تفسیر الماوردی کا گہرائی سے مطالعہ کرنے والے حضرات بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس نام اور اس کے مسمّیٰ میں کتنی گہری مناسبت ہے، تفسیر الماوردی متقدمین کی تفسیر کا بہترین خلاصہ ہے، جس میں دقیق علمی مسائل کا اختصار کے ساتھ تذکرہ ملتا ہے، اور مختصر الفاظ میں زیر بحث آنے والے یہ مسائل علم کے سرچشمے ہیں، ان کے پڑھنے سے علم و تحقیق میں دلچسپی رکھنے والے احباب کے لیے تحقیق کے نئے راستے کھلتے ہیں، اور پھر ان تحقیقات سے ایک پورا عالم سیراب ہوتا رہتا ہے۔

موضوع

تفسیر "النکت والعیون" تفسیر بالماثور کے طرز پر لکھی گئی تفسیر ہے، اس میں آیت یا آیت کے کسی حصے کی تفسیر و تشریح کرتے ہوئے صاحبِ کتاب احادیث نبویہ، اقوالِ صحابہ، اقوال تابعین اور اپنے پیش رو مفسرین کے اقوال نقل کرتے ہیں۔ اور ان اقوال کی روشنی میں آیت کی تفسیر اپنے قارئین کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اور عام طور پر ان اقوال میں سے کسی قول کو ترجیح بھی نہیں دیتے، بلکہ یہ ذمہ داری بھی وہ پڑھنے والے کو سونپ دیتے ہیں۔ آیت کی تفسیر و تشریح میں تحلیلی انداز اپنایا گیا ہے، جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ ترتیب مصحفی کے مطابق ایک آیت یا چند آیتیں ذکر کی جاتی ہیں، اور پھر اس کی تفسیر و توضیح کی جاتی ہے۔ آیت کی تفسیر و تشریح میں عام طور پر درج ذیل اسلوب اپنایا جاتا ہے:

i. اگر آیت کا کوئی سبب نزول موجود ہو تو سبب نزول بیان کرتے ہیں۔

ii. اگر کسی لفظ میں ایک سے زائد قراءتیں ہوں تو اس کو بیان کرتے ہیں، اور اس کی وضاحت کرتے ہیں کہ یہ کس مشہور امام کی قراءت ہے۔

iii. آیت میں آنے والے مشکل الفاظ اور غیر مانوس کلمات کی لغوی تحقیق کرتے ہیں، اور لغوی تحقیق کرتے ہوئے شعر فصیح کے حوالے بھی ذکر کرتے ہیں۔

iv. اگر کسی آیت یا آیت کے کسی حصے کے معنی مراد میں ایک سے زائد تفسیری اقوال ہوں تو وہ اقوال ذکر کرتے ہیں، اور ہر قول کو اپنے قائل کی طرف منسوب کرنے کا اہتمام کرتے ہیں۔

v. جن آیات میں کوئی فقہی مسئلہ زیر بحث آیا ہو تو وہاں فقہاء کی آراء ذکر کرنے کا اہتمام کرتے ہیں، اور ہر قول کو اپنے قائل کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

تفسیر "النکت والعیون" کی علمی قدر وقیمت

دو چیزوں کو پیش نظر رکھ کر کسی کتاب کی اہمیت، اور قدر وقیمت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، پہلی چیز کتاب کے مصنف کا علمی مقام اور مرتبہ، اور دوسری چیز وہ مواد جس پر کتاب مشتمل ہوتی ہے۔ مصنف کے علمی مقام اور مرتبے کے لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو تفسیر ماوردی ایک اہم تفسیر معلوم ہوتی ہے، کیونکہ اس تفسیر کے مصنف ایک عظیم شخصیت کے مالک تھے، جو بیک وقت فقیہ بھی تھے، مفسر بھی تھے اور عربی ادب پر عبور بھی، اور بڑے بڑے اہل علم کی گواہی آپؒ کے علمی رسوخ پر ایک بین ثبوت ہے، نیز آپؒ قضاء جیسے اہم اور نازک عہدے سے منسلک رہے تھے، اس لیے معاشرے میں موجود مسائل سے بھی بخوبی واقف تھے، چنانچہ انہوں نے اپنے ان تمام تر کمالات کو بروئے کار لاتے ہوئے یہ تفسیر لکھی ہے، اور اسی بنیاد پر اس تفسیر کو اہل علم حضرات قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ مواد کے لحاظ سے بھی ایک انتہائی مفید تفسیر ہے، اس تفسیر میں مصنفؒ نے تفسیر بالماثور اور تفسیر بالرای کا بہترین امتزاج انتہائی مختصر الفاظ میں پیش کیا ہے، آپؒ سے پہلے جتنے اہل علم نے تفسیر کے میدان میں خدمات سر انجام دی تھیں، آپؒ نے ان کا خلاصہ اس تفسیر میں پیش کیا ہے، چنانچہ یہاں پڑھنے والے کو بیک وقت کسی لفظ سے متعلق مختلف قراء تیں، مشکل الفاظ کی لغوی تحقیقات، آیات کی روشنی میں آیات کی تفسیر، تفسیر پر مشتمل احادیث، صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے تفسیری اقوال پڑھنے کو ملتے ہیں، اور بعض جگہوں پر وہ مصنفؒ کے دقیق علمی نکات سے بہرور ہوتا رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ ماورديؒ کے بعد آنے والے مفسرین آپؒ کی تفسیر سے استفادہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، اور بڑے بڑے مفسرین، جیسا کہ علامہ ابن کثیر اور علامہ قرطبیؒ کے ہاں آپ کی تفسیری آراء ملتی ہیں۔

تنقید اور اس کا جائزہ

اہل علم کے ہاں اس تفسیر کو اتنی پذیرائی حاصل ہونے کے باوجود بھی یہ تفسیر تنقید سے محفوظ نہیں رہ سکی، اور حافظ ابن الصلاحؒ نے اسے سخت تنقید کا نشانہ بنایا، اس تفسیر کے بارے میں حافظ ابن الصلاحؒ لکھتے ہیں کہ "وتفسيره عظيم الضرر، لكونه مشحونا بكثير من تأويلات أهل الباطل تدسيسا وتلبيسا على وجه لا يفطن لتمييزها غير أهل العلم والتحقيق، مع أنه تأليف رجل لا يتظاهر بالانتساب إلى المعتزلة حتى يحذر، وهو يجتهد في كتمان موافقته لهم فيما هو لهم فيه موافق".[13] ان کی لکھی ہوئی تفسیر انتہائی مضر اور نقصان دہ ہے، کیونکہ یہ اہل باطل کی بے کار تاویلات سے بھری پڑی ہے، یہ ایک طرح کی دسیسہ کاری اور شبہات میں مبتلا کرنے کا حربہ ہے، اور یہ کام ایسے طریقے سے انجام پاتا ہے کہ تحقیق کے میدان سے وابستہ اہل علم حضرات کو ہی اس کا اندازہ ہو سکتا ہے، کیونکہ یہ ایک ایسے شخص کی لکھی ہوئی تفسیر ہے، جو اعتزال کی طرف اپنی نسبت کا اظہار نہیں کرتا کہ لوگ اُن کی کتابوں سے دور رہیں، نیز ان کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ جہاں پر وہ معتزلہ کے مذہب کو اختیار کرتا ہے اُس کو لوگوں سے مخفی اور پوشیدہ رکھا جائے۔ حافظ ابن صلاحؒ نے مصنف کو معتزلہ کی صف میں کھڑا کر کے ان کی تفسیر سے دور رہنے کی تلقین کی ہے، لیکن اہل علم حضرات نے ان کی اس رائے سے اتفاق نہیں کیا، صرف ان کی تفسیر میں معتزلہ کے اقوال کی موجودگی کی بنیاد پر انہیں معتزلی نہیں قرار دیا جاسکتا ہے، کیونکہ آپؒ ایک ایسی تفسیر لکھنا چاہتے تھے، جو تمام اقوال کا جامع ہو، چنانچہ اس سلسلے میں انہوں نے معتزلہ کے اقوال کا بھی تذکرہ کیا ہے، اور اختصار کے پیش نظر یہ صراحت بھی نہیں کی کہ یہ معتزلہ کی رائے، جس کی وجہ سے حافظ ابن صلاحؒ نے انہیں معتزلہ کا دسیسہ کار قرار دیا اور انہیں سخت تنقید کا نشانہ بنایا۔ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ نے یہی نتیجہ نکالا ہے کہ صرف اس بنیاد پر انہیں معتزلی قرار دینا درست نہیں ہے، چنانچہ لکھتے ہیں کہ "ولا ينبغي أن يطلق عليه اسم الاعتزال".[14] یہ بات بالکل مناسب نہیں کہ آپؒ کو معتزلی قرار دیا جائے۔ علامہ سیوطیؒ نے تاج الدین ابن السبکیؒ کے حوالے سے لکھا ہے کہ اگرچہ کچھ اعتقادی

مسائل میں ان کا رجحان اعتزال کی طرف تھا، لیکن ان مسائل کی وجہ سے ان کو معتزلی قرار دینے والا رویہ درست نہیں ہے، چنانچہ لکھتے ہیں کہ "واتهم بالاعتزال قال ابن السبكي: والصحيح أنه ليس معتزلياً، ولكنه يقول بالقدر".[15] ان پر اعتزال کی تہمت لگی ہے، مگر علامہ ابن السبکیؒ فرماتے ہیں کہ درست اور صحیح رائے یہی ہے کہ آپؒ معتزلی نہیں تھے، البتہ وہ قدر وقضا کے مسئلے میں ان کی رائے کے قائل تھے۔

تفسیر "النکت والعیون" کے مصادر وماخذ

تفسیر الماوردی مختلف علوم پر مشتمل ایک جامع تفسیر ہے، اور ہر علم کے استفادے میں آپؒ کے مصادر مختلف ہیں، اس لیے ذیل میں مختلف عنوانات کے تحت اس کی تفصیل پیش خدمت ہے:

الف:۔ کتب تفسیر

علامہ ماوردیؒ نے اپنے پیش رو مفسرین کی کتابوں سے خوب استفادہ کیا ہے، اور اُن کے تفسیری اقوال کی اسانید حذف کر کے اختصار کے ساتھ اپنی تفسیر کا حصہ بنایا، تفسیر کی جن کتابوں سے آپؒ نے استفادہ کیا ہے، اُن میں سے چند مشہور تفاسیر درج ذیل ہیں:

i. جامع البیان عن تفسیر آی القرآن، مصنف: ابو جعفر محمد بن جریر طبریؒ (متوفی: 310ھ)
ii. تفسیر ابن المنذر، مصنف: ابو بکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیسابوریؒ، (متوفی: 319ھ)
iii. تفسیر القرآن العظیم، مصنف: ابو محمد عبد الرحمن بن ابی حاتم الرازیؒ (متوفی: 327ھ)
iv. تفسیر یحیٰ بن سلام، مصنف: یحیٰ بن سلام بن ابی ثعلبہ القیراونیؒ، (متوفی: 200ھ)
v. معانی القرآن، مصنف: ابوزکریا یحیٰ بن زیاد الدیلمی الفراء (متوفی: 207ھ)
vi. معانی القرآن، مصنف: ابو الحسن المجاشعی الأخفش، (متوفی: 215ھ)
vii. معانی القرآن واعرابہ، مصنف: ابو اسحاق ابراہیم بن السری الزجاجؒ، (311ھ)

ب:۔ کتبِ قراءات

علامہ ماوردیؒ نے اپنی تفسیر میں مختلف قراءتیں بھی ذکر کی ہیں، اور اس سلسلے میں انہوں نے اسی موضوع پر لکھی ہوئی کتابوں سے استفادہ کیا ہے، جن میں چند مشہور کتابیں درج ذیل ہیں:

i. کتاب "القراءات" مصنف: ابو عبید قاسم بن سلام (متوفی: 224ھ)
ii. کتاب "القراءات" مصنف: ابو حاتم السجستانی (متوفی: 255ھ)
iii. کتاب "القراءات" مصنف: ابن خالویہ النحوی (متوفی: 370ھ)
iv. کتاب "الحجۃ فی علل القراءات السبع" ابو علی الفارس (متوفی: 377)
v. کتاب "القراءات" مصنف: الدار قطنی (متوفی: 392ھ)
vi. کتاب "المحتسب فی القراءات الشاذۃ" مصنف: ابن جنی (متوفی: 392ھ)
vii. کتاب "التبصرۃ فی القراءات" مکی بن ابی طالب القیسی (437ھ)

ج:۔ کتب احادیث وآثار

تفسیر ماوردیؒ تفسیر بالماثور کے طرز پر لکھی ہوئی تفسیر ہے، اس لیے اس میں احادیث نبویہ اور آثارِ صحابہ کا ذکر بکثرت ملتا ہے، البتہ اس سلسلے میں علامہ ماوردیؒ نے نہ حدیث کی سند ذکر کی ہے اور نہ ہی حدیث کی کسی کتاب کا حوالہ دیا ہے، البتہ یہ احادیث اور

آثار عام طور پر تفسیر بالماثور کے موضوع پر لکھی ہوئی تفاسیر، جیسے: تفسیرِ طبری، تفسیرِ ابن منذر اور تفسیرِ ابن ابی حاتم میں موجود ہیں۔

د:۔ کتبِ لغت، نحو و شعر

علامہ ماوردیؒ کسی لفظ کی لغوی تحقیق کے ضمن میں کلام عرب کے نثر و نظم کا حوالہ دیتے ہوئے نظر آتے ہیں، چنانچہ آپؒ کی تفسیر میں کثیر تعداد میں اشعار کا ذکر ملتا ہے۔ شعر اور لغت کے حوالے سے بھی عام طور پر آپؒ نے تفسیر پر لکھی ہوئی سابقہ کتابوں پر اعتماد کیا ہے، چنانچہ آپؒ نے جن اشعار کا حوالہ دیا ہے، وہ متقدمین کی تفسیر پر لکھی گئی کتابوں میں سے کسی نہ کسی کتاب میں مل جاتی ہے۔

ھ:۔ کتبِ فقہ

علامہ ماوردیؒ اپنے زمانے کے بہت بڑے فقیہ تھے، اس لیے ان سے بجا طور پر یہ توقع ہوتی ہے کہ وہ آیاتِ احکام پر تفصیلی گفتگو کرتے نظر آئیں گے، لیکن آپؒ نے آیاتِ احکام کی تفسیر میں بھی اختصار کا پہلو مد نظر رکھا ہے، البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ وہ آیات کی تفسیر سے متعلق مختلف فقہاء کے اقوال نقل کر کے ان کی طرف منسوب کرنے کا اہتمام کرتے ہیں۔ کسی فقیہ کا مذہب بیان کرتے ہوئے انہوں نے کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا کہ اُن کی یہ رائے کہاں سے لی گئی ہے، کتاب کا حوالہ دینے کے بجائے وہ اُس فقیہ کے نام کی صراحت کرنے کا اہتمام کرتے ہیں۔ چونکہ خود مذہب شافعیؒ کے پیروکار تھے، لیکن آپ کے ہاں تعصب کی بو تک معلوم نہیں ہوتی، چنانچہ آپؒ عام طور پر جن فقہائے کرام کی آراء کو ذکر کرتے ہیں ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں: امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام ابن حزم ظاہریؒ، سفیان ثوریؒ، عبد الرحمن الاوزاعیؒ، ابن ابی لیلیٰؒ، امام زہریؒ اور ان کے علاوہ دیگر حضرات کا حوالہ بھی دیتے ہیں۔

و:۔ کتب تاریخ وسیر

تاریخ یا سیر کی کتابوں کے حوالے آپؒ کے ہاں بہت کم ملتے ہیں، لیکن پھر بھی بعض مقامات پر بعض اہل سیر کا نام لے کر حوالہ دیتے ہیں، چنانچہ تاریخی روایات سے متعلق محمد بن اسحاق، واقدی، مسعودی اور طبری کے حوالے دیکھنے کو ملتے ہیں۔[16]

سورۃ النساء - تعارف اور خلاصۂ مضامین

وجہ تسمیہ

اس سورت کا نام "سورۃ النساء" ہے، احادیث مبارکہ میں اس کا یہی نام لکھا ہوا ملتا ہے۔ اس سورت کا نام "سورۃ النساء" رکھنے کی وجہ بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس سورت میں خواتین سے متعلق احکام کثیر تعداد میں بیان ہوئے ہیں، چنانچہ اسی مناسبت سے اس سورت کا نام "سورۃ النساء" رکھا گیا ہے، کیونکہ عربی زبان میں خواتین کے لیے "نساء" کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

زمانۂ نزول

سورۂ نساء مدنی سورت ہے، یہ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کے بعد نازل ہوئی ہے۔ جمہور کی رائے یہ ہے کہ یہ سورت سورۂ آل عمران کے بعد نازل ہوئی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مدینہ منورہ میں سورتوں کے نازل ہونے کی ترتیب یہ مروی ہے کہ سب سے پہلے سورۂ بقرہ نازل ہوئی تھی، پھر سورۂ انفال، پھر سورۂ آل عمران، پھر سورۂ احزاب اور اس کے بعد سورۂ نساء نازل ہوئی تھی۔ سورۂ نساء میں تیمم کا تذکرہ آیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورت غزوۂ مریسیع کے بعد نازل ہوئی ہے، کیونکہ اس غزوہ کے موقع پر تیمم کے احکام نازل ہوئے تھے۔ اسی طرح مکہ میں مقیم مظلوم مسلمانوں کے حوالے سے جو آیات نازل ہوئی ہیں، ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ سورت فتح مکہ سے پہلے نازل ہوئی تھی۔ بہر حال، مجموعی لحاظ سے یہ

معلوم ہوتا ہے کہ اس سورت کے نزول کا زمانہ کئی سالوں پر محیط رہا ہے، یہاں تک کہ اس کی آخری آیت آیۃ الکلالہ کے بارے میں آتا ہے کہ یہ سب سے آخر میں نازل ہونے والی آیات میں شامل ہے۔

خلاصۂ مضامین

قرآن مجید کی دیگر سورتوں کی طرح سورۂ نساء بھی کسی ایک موضوع تک محدود نہیں ہے، بلکہ اس میں مختلف موضوعات زیر بحث آئے ہیں، جن میں سے ایک اہم موضوع رشتہ داروں کے آپس کے حقوق اور ذمہ داریوں کا بیان ہے۔ رشتہ داری اور قرابت کے احکام بیان کرنے سے پہلے انسانی پیدائش تاریخ کو مختصر انداز میں بیان کرکے یہ وضاحت کی گئی ہے کہ سارے انسان حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں، اس لیے سب انسانوں کا آپس میں رشتہ ضرور ہے، اگر کسی کے ساتھ یہ رشتہ قریب کا ہوتا ہے اور کسی کے ساتھ دور کا رشتہ ہوتا ہے۔ رشتہ داروں کے حقوق میں یتیم سے متعلقہ احکام زیر بحث آئے ہیں، اور یتیم کے سرپرستوں کو یتیم کے حوالے سے ان کی ذمہ داری یاد دلائی گئی ہے۔ اسی طرح خواتین کے حقوق زیر بحث آئے ہیں، عورتوں کے نکاح، میراث، اور میاں بیوی کے آپس میں اختلافات کی صورت میں اپنایا جانے والا لائحہ عمل، شوہر مر جانے کی صورت میں بیوہ عورت کے حقوق اور اس جیسے دیگر امور زیر بحث آئے ہیں۔

نیز مسلمانوں کے اجتماعی مسائل زیر بحث آئے ہیں، مثال کے طور پر اموال سے متعلقہ مسائل، دشمن کے حملے کی صورت میں دفاعی پوزیشن، عدل وانصاف کا قیام، امانت کی ادائیگی، شراب کی حرمت سے متعلق چند ابتدائی احکام اور اس نوعیت کے دیگر مسائل زیر بحث آئے ہیں۔ اسی طرح عبادات میں سے نماز سے متعلق چند احکام، طہارت وپاکیزگی اور صلاۃ خوف سے متعلق احکام۔ اس کے علاوہ یہود، منافقین اور ان کی کچھ کارستانیوں کا بیان بھی زیرِ بحث آیا ہے۔ نیز ان احکام کے ضمن میں وعظ ونصیحت، نیک اعمال کی ترغیب، حسد اور اس جیسی دیگر برائیوں سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے۔[17]

تفسیر میں علامہ ماوردیؒ کا منہج واسلوب–سورۂ نساء کی روشنی میں

علامہ ماوردیؒ اپنی تفسیر "النکت والعیون" کے مقدمے میں اس تفسیر کے نمایاں خدوخال خود بیان کرچکے ہیں، جن کی روشنی میں تفسیر میں آپؒ کے عمومی منہج اور اسلوب کا بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے۔ راقم الحروف نے سورۂ نساء کے اختصاصی مطالعے کے دوران اس بات کی کوشش کی ہے کہ اس بات کا خصوصی جائزہ لیا جائے کہ علامہ ماوردیؒ دورانِ تفسیر کس حد تک اپنے طے شدہ منہج اور طریقہ کار کی پابندی کرتے ہیں، چنانچہ سورۂ نساء ہی سے آپؒ کے ذکر کردہ منہج کی مثالیں جمع کی گئی ہیں۔ ذیل میں آپؒ کے عمومی منہج واسلوب کے چند نمایاں خدوخال پیش خدمت ہیں، جن کی مزید توضیح وتشریح سورۂ نساء سے تطبیقی مثالوں کے ذریعے کی گئی ہے، ملاحظہ کیجیے:

1۔ تفسیری اقوال یکجا جمع کرنے کا اہتمام

اپنی تفسیر کے مقدمے میں علامہ ماوردیؒ اس بات کی وضاحت کرچکے ہیں کہ وہ ایک ایسی تفسیر لکھنا چاہتے ہیں کہ جس میں انتہائی اختصار کے ساتھ متقدمین اور متاخرین کے تفسیری اقوال کا احاطہ کیا گیا ہو، چنانچہ لکھتے ہیں کہ "وجعلته جامعاً بين أقاويل السلف والخلف".[18] میں نے اس تفسیر کو سلف وخلف کے اقوال پر مشتمل ایک جامع تفسیر بنایا ہے۔ آپؒ کی تفسیر کا مطالعہ کرتے وقت یہ بات خوب نمایاں ہوجاتی ہے کہ آپؒ اپنے پیش رو مفسرین کے اقوال ذکر کرنے کا اہتمام کرتے ہیں، چنانچہ آیت یا آیت کے کسی حصے کی تفسیر کرتے ہوئے آپؒ صراحت کردیتے ہیں کہ اس کی تفسیر میں دو قول ہیں، تین قول ہیں، چار قول ہیں یا پانچ، مثال کے طور پر آیت کریمہ {ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَلَّا تَعُولُوا}[19] کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "فيه ثلاثة أقاويل: أحدها: ألا يكثر مَنْ تعولون، وهو قول الشافعي. والثاني: معناه ألاّ تضلوا، وهو قول ابن إسحاق ورواه عن مجاهد. والثالث: ألا تميلوا عن الحق

و تجوروا وھو قول ابن عباس وقتادۃ وعکرمۃ".[20] اسی طرح آیت کریمہ **{وَاللّٰهُ أَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا}**[21] کی تفسیر میں رقم طراز ہیں کہ "خمسة تأويلات: أحدها: معناه ردهم، وهذا قول ابن عباس. والثاني: أوقعهم، وهذا مروي عن ابن عباس أيضاً. والثالث: أهلكهم، وهذا قول قتادة. والرابع: أَضَلَّهم، وهذا قول السدي. والخامس: نكسهم، وهذا قول الزجاج".[22] مفسرین کے اقوال نقل کرنے میں آپؒ چند امور کا اہتمام کرتے ہیں، جن کا مشاہدہ درج بالا حوالوں میں بھی کیا جا سکتا ہے، ذیل میں اس کی تفصیل پیش خدمت ہے:

i. آیت یا آیت کے کسی حصے سے متعلق مفسرین کے اقوال نقل کرتے وقت ابتدا ہی سے تحدید کر دیتے ہیں کہ اس آیت سے متعلق دو قول ہیں یا تین یا چار یا پانچ، اس بات کی تائید کے لیے درج بالا مثالوں میں "ثلاثة أقاويل" اور "خمسة تأويلات" ملاحظہ فرمالیں۔

ii. مفسرین کے اقوال نقل کرتے وقت ہر قول کی اپنے قائل کی طرف نسبت کرنے کا اہتمام کرتے ہیں، بسا اوقات ایک قول کئی حضرات سے منقول ہوتا ہے تو ان سب حضرات کا نام ذکر کرنے کا اہتمام کرتے ہیں، درج بالا حوالوں میں "وھو قول الشافعي" اور "وھو قول ابن عباس وقتادۃ وعکرمۃ" ملاحظہ کیجیے، البتہ بعض جگہوں پر کسی کی طرف نسبت کیے بغیر بھی بعض اقوال ذکر کیے ہیں، جن کی تعداد انتہائی قلیل ہے۔

iii. کسی آیت کے معنی اور مفہوم کی تعیین کے حوالے سے مفسرین کی آراء میں بکثرت اختلاف پایا جاتا ہے، چنانچہ علامہ ماوردیؒ کو بار بار مفسرین کے اقوال نقل کرنے پڑتے ہیں، اگر وہ ہر جگہ ایک ہی تعبیر اختیار کرتے تو یہ پڑھنے والوں کے لیے اکتاہٹ کا باعث بن سکتا تھا، چنانچہ آپؒ تعبیر بدل بدل کر تفسیری اقوال کو ذکر کرتے ہیں تاکہ پڑھنے والوں کا نشاط اور رغبت بر قرار رہے، چنانچہ درج بالا حوالوں میں "ثلاثة أقاويل" میں قول اور "خمسة تأويلات" میں تأویل کی تعبیر اختیار کی گئی ہے۔

iv. تفسیر الماوردیؒ کے ماخذ جیسے تفسیر طبری اور تفسیر ابن ابی حاتم، جہاں ہر قول سند کے ساتھ مذکور ہے، کی طرف رجوع کرنے سے یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ علامہ ماوردیؒ نے حوالہ دینے میں انتہائی احتیاط سے کام لیا ہے، اور ایک آدھ جگہ کے علاوہ باقی تمام جگہوں میں ہر قول اُسی شخص کی سند سے ملتی ہے، جس کی طرف علامہ ماوردیؒ نے منسوب کیا ہے۔

2۔ غیر واضح آیت کی تفسیر پر اکتفا کرنا

اپنی تفسیر کے مقدمے میں علامہ ماوردیؒ اس بات کی بھی صراحت کر چکے ہیں کہ اختصار کے پیش نظر وہ اپنی اس تفسیر میں صرف اُن آیات کی تفسیر پر اکتفا کرے گا، جن کے معنی و مفہوم میں کسی قسم کی پوشیدگی یا پیچیدگی پائی جاتی ہو، چنانچہ اپنے منہج اور اسلوب کی وضاحت کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ "جعلت كتابي هذا مقصورا على تأويل ما خفي علمه، وتفسير ما غمض تصوره وفهمه".[23] میں اپنی اس کتاب میں صرف اُن آیت کی تاویل و تفسیر پر اکتفا کرتا ہوں، جن میں پوشیدگی پائی جاتی ہے اور اس کا فہم وادراک قدرے باریک کام ہوتا ہے۔ تفسیرِ ماوردی کا مطالعہ کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ مصنفؒ نے اپنے اس طے کردہ اصول کی خوب پابندی کی ہے، چنانچہ تفسیر کے مطالعہ کے دوران جگہ جگہ یہ نظر آتا ہے کہ ایک طویل آیت یا کئی آیات ذکر کرنے کے بعد آپؒ "قولہ تعالیٰ" کا عنوان دے کر منتخب کلمات یا جملوں کی تفسیر بیان کرتے ہیں، مثال کے طور پر سورۂ نساء کی آیت **{تِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ}**[24] میں سے آپؒ نے صرف "حدود اللہ" کے لفظ کی تفسیر بیان کی ہے، اور اس کی تفسیر سے متعلق پانچ اقوال ذکر کیے ہیں۔[25]

3۔ واضح آیات کی تفسیر سے پہلو تہی کرنا

اپنا منہج واسلوب بیان کرتے ہوئے آپؒ بیان کر چکے ہیں کہ جن آیات کا معنی اور مفہوم واضح ہے اس طور پر ادنی تامل اور غور وفکر کرنے سے اُس کا مقصد واضح ہو جاتا ہے تو اس کی تفسیر و تشریح سے آپؒ نے پہلو تہی فرمائی ہے اور اس کو پڑھنے والے کے فہم پر چھوڑ دیا ہے، چنانچہ اپنے منہج کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "وعدلت عما ظهر معناه من فحواه اكتفاء بفهم قارئه وتصور تاليه".[26] اُن آیت کی تفسیر میں نے چھوڑ دی، جس کا معنی سیاق وسابق سے واضح ہو جاتا ہے، اور ایسی آیت کی تفسیر میں نے پڑھنے والے کے فہم وادراک پر چھوڑ دیا ہے۔ دورانِ مطالعہ جگہ جگہ یہ بات دیکھنے کو ملتی ہے کہ مصنفؒ کئی آیات ذکر کر کے ان میں سے ایک آدھ آیت کی تفسیر یا ایک لمبی آیت ذکر کر کے صرف اُس کے کسی ایک حصے کی تفسیر کرنے پر اکتفا کرتے ہیں، مثال کے طور پر سورۂ نساء کی آیت ایک سو پانچ (105) سے لے کر ایک سو پندرہ (115) تک، دس آیات ذکر کرنے کے بعد مصنفؒ نے ان میں سے انتخاب کر کے صرف چار پانچ جملوں کی تفسیر ذکر کرنے پر اکتفا کیا ہے۔[27]

4۔ آیت کی تفسیر سے متعلق اہل علم کے اختلاف یا اتفاق کو بیان کرنا

اپنے منہج اور اسلوب کو بیان کرتے ہوئے علامہ ماوردیؒ نے لکھا ہے کہ اس تفسیر میں اس بات کا اہتمام کیا جائے گا کہ اگر کسی آیت کی ایک تفسیر پر اہل علم کا اتفاق ہو تو اس کو بیان کیا جائے گا اور اگر کسی آیت کی تفسیر میں اختلاف ہو اور ایک سے زیادہ اقوال ہوں تو ان اقوال کے ذکر کرنے کا اہتمام کیا جائے گا، چنانچہ لکھتے ہیں کہ "وموضحاً عن المؤتلف والمختلف".[28] اور اس بات کی وضاحت بھی کر چکا ہوں کہ کہاں پر کسی آیت کی تفسیر پر اہل علم کا اتفاق ہے اور کہاں اہل علم کے مابین اختلاف ہے۔ دورانِ مطالعہ اس بات کا بخوبی مشاہدہ ہو جاتا ہے کہ مصنفؒ جگہ جگہ آیت کی تفسیر سے متعلق متعدد اقوال نقل کرتے ہیں اور اہل علم کے اختلاف کی وضاحت کرتے ہیں، اور بعض جگہوں پر تو آپؒ اس بات کی صراحت بھی کر دیتے ہیں کہ اس آیت کی تفسیر میں اختلاف ہے، مثال کے طور پر سورۂ نساء کی آیت **{إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِنْ قَرِيبٍ}**[29] میں جہالت کی تفسیر میں ائمہ مفسرین کا اختلاف بیان کرتے ہوئے آپؒ لکھتے ہیں کہ "اختلف في المراد بالجهالة على ثلاثة أقاويل".[30] اسی طرح اگر کسی آیت کی ایک تفسیر پر اہل علم کا اتفاق ہو تو علامہ ماوردیؒ اس کو بھی ذکر کرتے ہیں، البتہ کسی آیت کی تفسیر سے متعلق اہل علم کے اتفاق کا ذکر خال خال ہی ملتا ہے، مثال کے طور پر سورۂ مائدہ کی آیت **{مَا جَعَلَ اللَّهُ مِنْ بَحِيرَةٍ وَلَا سَائِبَةٍ وَلَا وَصِيلَةٍ وَلَا حَامٍ}**[31] میں "حام" کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "وأما الحام ففيه قول واحد أجمعوا عليه وهو البعير ينتج من صلبه عشرة أبطن , فيقال حمى ظهره ويخلّى".[32]

5۔ کسی آیت کی تفسیر سے متعلق اپنی رائے پیش کرنا

تفسیر کے مقدمے میں منہج تفسیر کے نمایاں خدوخال بیان کرتے ہوئے آپؒ نے یہ بھی لکھا ہے کہ عام طور پر تو یہی کوشش کی گئی ہے کہ آیت کی تفسیر سے متعلق پہلے گزرے ہوئے مفسرین کے اقوال نقل کرنے کا اہتمام کیا جائے، لیکن بعض مقامات پر کسی آیت کی تفسیر سے متعلق میری اپنی رائے ہوتی ہے، چنانچہ اپنی رائے لکھتے وقت میں اس کو احتمال کے لفظ کے ساتھ ذکر کرتا ہوں تاکہ میری رائے اور دیگر مفسرین کے اقوال میں فرق نمایاں اور واضح رہے، اور پڑھنے والے آسانی کے ساتھ اس بات کا فیصلہ کر سکیں کہ کون سی تفسیر کسی اور مفسر کی رائے ہے اور کون سی تفسیر مصنفؒ کی اپنی ذاتی رائے ہے، چنانچہ اس سلسلے میں لکھتے ہیں کہ "وذاكراً ما سنح به الخاطر من معنى يحتمل، عبرت عنه بأنه محتمل، ليتميز ما قيل مما قلته ويعلم ما استخرج مما استخرجته".[33] اور میرے دِل پر کسی آیت کا جو احتمالی معنی وارد ہوتا ہے تو میں اس کو بھی ذکر

کرنے کا اہتمام کرتا ہوں، جس کو میں احتمال کے لفظ سے تعبیر کرتا ہوں تاکہ دیگر حضرات کی آراء اور میری رائے میں فرق ہوسکے۔ تفسیرِ ماوردی کے مطالعہ کے دوران بعض جگہوں پر یہ نظر آتا ہے کہ آیت کی تفسیر احتمال کے لفظ کے ساتھ کی جاتی ہے، جو اس بات کی علامت ہوتی ہے کہ یہ آیت کی تفسیر کے حوالے سے مصنفؒ کی ذاتی رائے ہے، اور پڑھنے والا اس کے قبول کرنے اور نہ کرنے میں بالکل آزاد ہے، البتہ ایسا بہت کم مقامات پر ہوتا ہے، جس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ آیات کی تفسیر کے سلسلے میں مصنفؒ نے اپنے پیش رو مفسرین کے اقوال پر ہی اعتماد کیا ہے، اس سے مصنفؒ کے احتیاط کا بھی اندازہ ہوجاتا ہے کہ کلام الٰہی سے متعلق رائے دینے میں آپؒ نے انتہائی احتیاط سے کام لیا ہے، اور یہ ذمہ داری اپنے سر لینے کے بجائے دوسروں کے حوالے کردی ہے۔ سورۂ نساء کے مطالعہ کے دوران ایک جگہ ایسی نظر سے گزری، جس میں مصنفؒ نے احتمال کے لفظ کے ساتھ تفسیر کی ہے، چنانچہ آیت کریمہ {حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ الْآنَ}[34] کی تفسیر کرتے ہوئے آپؒ لکھتے ہیں کہ "ويحتمل أن يكون عند المعاينة في حال يعلم بها وإن منع من الإخبار بها".[35]

تفسیری ماٰخذ سے استفادہ کرنے میں علامہ ماوردیؒ کا منہج واسلوب

اہل علم حضرات اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ قرآن مجید کی کسی آیت کی تفسیر کے لیے جن بنیادی ماٰخذ سے استفادہ کیا جاتا ہے وہ کل چھ ہیں: قرآن، حدیث، اقوال صحابہ، اقوال تابعین، کلام عرب اور اجتہاد واستنباط۔ کسی بھی مفسر کے منہج اور اسلوب کو بیان کرتے ہوئے اس بات کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے کہ وہ آیات کی تفسیر میں ان چھ بنیادی ماٰخذ سے کس حد تک استفادہ کرتا ہے، ان ماٰخذ سے استفادہ کرنے میں اُس کا منہج اور طریقہ کار کیا ہے، نیز یہ کہ اس کی زیادہ تر توجہ کس ماٰخذ پر مرکوز ہے، چنانچہ سورۂ نساء کے اختصاصی مطالعے کے دوران اس سلسلے میں جو نتائج سامنے آئے ہیں وہ ذیل میں ترتیب وار پیش خدمت ہیں:

الف:۔ تفسیر القرآن بالقرآن

قرآن مجید کی کسی آیت کی تفسیر وتشریح کے لیے سب سے پہلا اور مستند ترین جو ماٰخذ ہے وہ خود قرآن مجید ہی ہے، بسا اوقات ایک ہی مسئلہ قرآن مجید میں کئی مقامات پر زیر بحث آتا ہے، ایک جگہ وہ اختصار کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے اور دوسری جگہ اس کی تفصیل ذکر کردی جاتی ہے، ایسی صورت حال میں کسی بھی مسئلے سے متعلق تمام قرآنی آیات جمع کرنے سے ہی مسئلے کی پوری صورتِ حال نمایاں ہوجاتی ہے۔ تفسیر کے اس طریقے کو تفسیر القرآن بالقرآن کا نام دیا جاتا ہے۔ علامہ ماوردیؒ بھی بعض آیات کی تفسیر کے طور پر دیگر آیات کا حوالہ دیتے نظر آتے ہیں، مثال کے طور پر سورۂ نساء کی آیت {يَوْمَئِذٍ يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَعَصَوُا الرَّسُولَ لَوْ تُسَوَّىٰ بِهِمُ الْأَرْضُ}[36] میں "لَوْ تُسَوَّىٰ بِهِمُ الْأَرْضُ" کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ایک قول آپؒ نے یہ ذکر فرمایا ہے کہ آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ کفار یہ تمنا کریں گے کہ انہیں بھی زمین کی مانند مٹی بنادیا جائے، اور پھر وہ مٹی باقی مٹی کے ساتھ مل کر بالکل ہموار ہوجائے اور اُس کا کوئی نام ونشان باقی نہ رہے، اور پھر اس تفسیر کی تائید کے طور پر انہوں نے سورۂ نبأ کی آیت {وَيَقُولُ الْكَافِرُ يَا لَيْتَنِي كُنتُ تُرَابًا} کو پیش کیا ہے۔[37] قرآنی آیت کی تفسیر دیگر قرآنی آیات کی روشنی میں کرنا انتہائی مستند ماٰخذ تفسیر ہے، لیکن علامہ ماوردیؒ کی تفسیر مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؒ اس کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے، یہی وجہ ہے کہ آپؒ کی اس تفسیر میں تفسیر القرآن بالقرآن کی مثالیں انتہائی محدود تعداد میں ملتی ہیں۔

ب:۔ تفسیر القرآن بالحدیث

قرآن مجید کی کسی آیت کی تفسیر کے لیے دوسرا مستند ماٰخذ حدیث ہے، نبی کریم ﷺ قرآن مجید کا سب سے پہلا شارح ہے، اور آپؐ کی بعثت کے مقاصد میں یہ بات شامل تھی کہ وہ قرآن مجید کی تشریح وتوضیح کریں گے، چنانچہ کسی آیت کی تفسیر وتشریح

میں حدیث کو بنیادی اہمیت حاصل ہے، یہی وجہ ہے کہ مفسرین حضرات کثیر تعداد میں احادیث نبویہ کو اپنی تفسیر کا حصہ بناتے ہیں۔ علامہ ماوردیؒ کی تفسیر میں چونکہ تفسیر بالماثور کی بہت اہمیت دی گئی ہے، اس لیے جگہ جگہ آیت کی تفسیر کے لیے حدیث کا حوالہ دیکھنے کو ملتا ہے، مثال کے طور پر سورۂ نساء کی آیت **{لَيْسَ بِأَمَانِيِّكُمْ وَلَا أَمَانِيِّ أَهْلِ الْكِتَابِ مَنْ يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزَ بِهِ}**[38] کی تفسیر میں مختلف اقوال نقل کرتے ہوئے تیسرا قول آپؒ نے یہ نقل کیا ہے کہ **{مَنْ يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزَ بِهِ}** کا مطلب یہ ہے کہ انسان پر اس دنیا میں جو پریشانیاں اور مصیبتیں آتی ہیں، یہ اُس کے بُرے اعمال کی سزا ہوتی ہے، اور پھر اس قول کی تائید میں آپؒ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کا حوالہ دیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو یہ آیت صحابہ کرامؓ پر گراں گزری اور وہ اس سلسلے میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "قَارِبُوا وَسَدِّدُواْ فَفِي كُلِّ مَا يُصَابُ بِهِ الْمُسْلِمُ كَفَّارَةٌ حَتَّى النَّكْبَةُ يُنْكَبُهَا أو الشَّوْكَةُ يُشَاكُهَا".[39] "میانہ روی اختیار کرو اور سیدھے راستے پر چلو، مسلمان کی ہر مصیبت کفارہ ہے یہاں تک کہ ٹھوکر اور کانٹا بھی کفارہ ہے جس کی وجہ سے بہت سارے گناہوں کا کفارہ دنیا میں ہو جاتا ہے۔" حدیث ذکر کرنے کے سلسلے میں آپؒ کے منہج واسلوب کے چند نمایاں خدوخال درج ذیل ہیں:

i. کسی آیت کی تفسیر وتشریح میں حدیث کا حوالہ دیتے وقت علامہ ماوردیؒ متعلقہ حدیث کا مأخذ ذکر نہیں کرتے، بلکہ صرف حدیث ذکر کرنے پر اکتفاء کرتا ہے۔

ii. اکثر اوقات براہ راست حدیث کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف کرتے ہیں، البتہ بعض احادیث ذکر کرتے ہوئے صحابی کا حوالہ بھی دے دیتے ہیں، اور بسا اوقات سند میں موجود مزید کئی راویوں کا حوالہ بھی دے دیتے ہیں، جیسا کہ درج بالا حدیث میں صحابی کا حوالہ موجود ہے۔

iii. حدیث بیان کرتے وقت عام طور پر "روی" کے الفاظ استعمال کرتے ہیں، یہ لفظ اگرچہ محدثین کے ہاں حدیث کے ضعف کی طرف اشارہ کرتا ہے، لیکن مصنفؒ کے یہاں ضعف کی طرف اشارہ نہیں سمجھا جاتا، جیسا کہ مذکورہ حدیث "روی" کے الفاظ سے ذکر ہوئی ہے، حالانکہ یہ صحیح درجے کی حدیث ہے اور امام مسلمؒ نے اپنی کتاب "صحیح مسلم" میں ذکر کی ہے۔

iv. آپؒ حدیث ذکر کرتے وقت صحیح احادیث ذکر کرنے کا اہتمام نہیں کرتے، بلکہ آپؒ کے ہاں صحیح اور ضعیف ہر طرح کی احادیث کا ذکر ملتا ہے۔

ج:۔ تفسیر القرآن باقوال الصحابة

تفسیر کا تیسرا مأخذ اقوال صحابہ ہے، چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین وہ ہستیاں ہیں، جنہیں براہِ راست قرآن مجید کے زمانۂ نزول دیکھنے کا شرف حاصل تھا، نیز آپ ﷺ سے باقاعدہ انہوں نے قرآن مجید سیکھنے کا اہتمام بھی کیا تھا، اس لیے کسی آیت کی تفسیر وتشریح میں ان کے اقوال کو بھی مأخذ کی حیثیت حاصل ہے۔ علامہ ماوردیؒ نے آیات کی تفسیر میں کثرت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے اقوال سے استفادہ کیا ہے، چنانچہ پڑھنے والے کو جگہ جگہ مختلف صحابہؓ کے حوالے ملتے ہیں، اور ترجمانِ قرآن ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اقوال کے حوالوں سے یہ تفسیر بھری ہوئی ہے، مثال کے طور پر آیت **{مِنْ قَبْلِ أَنْ نَطْمِسَ وُجُوهًا فَنَرُدَّهَا عَلَى أَدْبَارِهَا}**[40] کی تفسیر سے متعلق دو قول نقل کر چکے ہیں، جن میں سے پہلا قول ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ہے کہ ان کے ہاں آیت کا مطلب یہ ہے کہ چہرے پر جو ناک، منہ اور آنکھیں بنی ہوئی ہوتی ہیں، انہیں مٹا کر بالکل گدی کی طرح بنا دیں گے، اور گدی پر ان کی آنکھیں رکھ دی جائیں گی تو وہ لوگ الٹے قدم چلنا شروع کر دیں گے۔[41]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے علاوہ دیگر صحابہ کے تفسیری اقوال نقل کرنے کا بھی اہتمام کرتے ہیں، چنانچہ آیت کریمہ **{وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَىٰ فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ}**[42] کی تفسیر میں پہلا قول یہ نقل کیا ہے کہ آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر یتیم لڑکیوں سے نکاح کرنے کی صورت میں تمہیں ناانصافی کا اندیشہ ہو تو پھر یتیم لڑکیوں کے علاوہ اُن خواتین سے نکاح کر لو، جن کے ساتھ نکاح کرنا تمہارے لیے حلال ہے، یہ قول نقل کرنے کے بعد وضاحت فرمائی ہے کہ آیت کریمہ کی یہ تفسیر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ "أحدها: يعني إن خفتم ألا تعدلوا في نكاح اليتامى فانكحوا ما حَلَّ لكم من غيرهن من النساء، وهو قول عائشة رضي الله عنها".[43] دیگر صحابہ کے تفسیری اقوال بھی جا بجا ملتے ہیں، البتہ یہاں اختصار کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان دو مثالوں پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔

د:۔ تفسیر القرآن بأقوال التابعین

تابعین چونکہ براہ راست صحابہ کرامؓ کے علوم سے مستفید ہو چکے تھے، اس لیے کسی بھی شرعی مسئلے کے سمجھنے میں ان کے اقوال اور آراء کی بڑی اہمیت ہوتی ہے، چنانچہ ان کے تفسیری اقوال کو باقاعدہ مأخذ تفسیر کی حیثیت حاصل رہی ہے، اور تفسیر بالمأثور پر لکھی جانے والی تفاسیر میں تابعین کی تفسیری آراء کثرت سے دیکھنے کو ملتی ہیں۔ علامہ ماوردیؒ نے بھی اپنی تفسیر میں تابعین کے تفسیری اقوال نقل فرمائے ہیں، اور جگہ جگہ تفسیری اقوال کو مختلف تابعین کی طرف منسوب کرنے کا اہتمام کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ مثال کے طور پر آیت کریمہ **{وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيثَ بِالطَّيِّبِ}**[44] میں "خبیث" سے مراد حرام اور "طیب" سے مراد حلال ہے، اور اس قول کی نسبت انہوں نے امام مجاہدؒ کی طرف کی ہے، اسی آیت کی تفسیر میں دوسرا قول یہ نقل فرمایا ہے کہ "خبیث" سے مراد کھوٹا اور "طیب" سے مراد جید ہے، اور اس قول کی نسبت سعید بن المسیبؒ اور امام زہریؒ کی طرف کی ہے، چنانچہ لکھتے ہیں کہ "فيه أربعة تأويلات: أحدها: الحرام بالحلال، وهو قول مجاهد. والثاني: هو أن يجعل الزائف بدل الجيد والمهزول بدل السمين ويقول: درهم بدرهم وشاة بشاة، وهو ابن المسيب والزهري".[45] پوری تفسیر تابعین کے تفسیری اقوال سے بھری ہوئی ہے، اس لیے یہاں صرف ایک آدھ مثال پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

ھ:۔ تفسیر القرآن بکلام العرب

عربی لغت اور عرب کے استعمال کی روشنی میں کسی آیت یا آیت کے کسی حصے کی تفسیر تفسیر القرآن بکلام العرب کہلاتی ہے، کلام عرب بھی قرآن مجید کی تفسیر کے لیے مأخذ کی حیثیت رکھتا ہے، کیونکہ قرآن مجید عربی لغت اور عرب کے محاورے میں نازل ہوئی ہے، اس لیے بسا اوقات کسی آیت کا معنی اور مفہوم سمجھنے کے لیے کلام عرب کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔ علامہ ماوردیؒ کے ہاں بھی تفسیر القرآن بکلام العرب کی مثالیں کثیر تعداد میں ملتی ہیں، چنانچہ آپؒ جابجا شعر یا کسی امام لغت کا حوالہ دے کر آیت کی تفسیر بیان کرتے ہیں، مثال کے طور پر آیت کریمہ **{ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَلَّا تَعُولُوا}**[46] میں "عول" کا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "عول" دراصل حد سے تجاوز کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، اور اسی بنیاد پر علم میراث میں عول کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جب حصے بڑھ جائیں اور مخرج کم پڑ جائیں۔ کیونکہ ایسی صورت میں حصص مخرج سے تجاوز کر لیتے ہیں، پھر اپنی بات کی تائید کے لیے آپؒ نے کلام عرب سے استدلال کرتے ہوئے شعر پیش کیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ وأصل العول الخروج عن الحد ومنه عول الفرائض لخروجها عن حد السهام المسمّاة، وأنشد عكرمة بيتاً لأبي طالب: (بميزان قسط لا يَخيسُ شعيرةً ... ووازن صِدْقٍ وزنهُ غير عائل).[47]

تفسیر القرآن بالاجتہاد والاستنباط

تفسیر کے ماٰخذ میں ایک ماٰخذ اجتہاد اور استنباط ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ مفسر کسی آیت کے سیاق وسباق اور دیگر نصوص کی روشنی میں اپنی رائے سے آیت کا معنی اور مفہوم بیان کرتا ہے۔ علامہ ماوردیؒ کے ہاں بھی تفسیر بالاجتہاد کی مثالیں ملتی ہیں، مثال کے طور پر سورۂ نساء آیت کریمہ ﴿حَتّٰى إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ الْآنَ﴾[48] کی تفسیر کرتے ہوئے آپؒ لکھتے ہیں کہ "ويحتمل أن يكون عند المعاينة في حال يعلم بها وإن منع من الإخبار بها".[49] یہاں احتمال کے لفظ سے علامہ ماوردیؒ اس طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ یہ تفسیر ان کی اجتہادی رائے ہے، جیسا کہ وہ اس تفسیر کے مقدمے میں وضاحت کر چکے ہیں کہ بسا اوقات کسی آیت کی تفسیر کے حوالے سے وہ اپنی رائے کو بھی بیان کرتے ہیں، جہاں آپؒ احتمال کا لفظ ذکر کر کے یہ وضاحت کرتے ہیں کہ یہ اُن کی اپنی رائے ہے، کسی اور سے منقول نہیں ہے۔

چند دیگر اہم علوم تفسیر کی تطبیق میں علامہ ماوردیؒ کا منہج اور اسلوب

سبب نزول کا بیان

مفسرین کے ہاں سبب نزول سے مراد وہ پس منظر ہوتا ہے، جس کے پیش آنے کے بعد آیت نازل ہوئی، یہ کوئی واقعہ بھی ہو سکتا ہے اور سائل کا سوال بھی ہو سکتا ہے۔ قرآن مجید کی کچھ آیتیں ایسی ہیں، جنہیں صحیح طور پر سمجھنے کے لیے ان کے اسباب نزول کا جاننا ضروری ہوتا ہے، مثال کے طور پر غزوہ بدر یا غزوۂ احد سے متعلقہ آیات کو اچھی طرح سمجھنے کے لیے غزوۂ بدر یا غزوۂ احد کی تفصیلات کا جاننا ضروری ہے، اور ان تفصیلات کو جانے بغیر ان آیات کو صحیح طور پر سمجھنا ممکن نہیں ہے۔ علامہ ماوردیؒ نے اپنی اس تفسیر میں اسباب نزول کے بیان کا خوب اہتمام کیا ہے۔ کسی آیت کا سبب نزول بیان کرنے کے حوالے سے آپؒ کا منہج اور اسلوب مختلف رہا ہے، بسا اوقات آپؒ صراحت کر دیتے ہیں کہ اس آیت کا سبب نزول یہ ہے۔ مثال کے طور پر سورۂ نساء کی آیت کریمہ ﴿لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ﴾[50] کی تفسیر کرتے ہوئے آپؒ نے اس کا سبب نزول بیان کیا ہے، اور آپؒ نے صراحت کے ساتھ "سبب نزول" کی تعبیر اختیار فرمائی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ "وسبب نزول هذه الآية، في الجاهلية كانوا يُوَرِّثُونَ الذكور دون الإناث".[51] یہ تمہید قائم کرنے کے بعد آپؒ نے پورا تفصیلی واقعہ بیان فرمایا ہے، جس کے پس منظر میں یہ آیت نازل ہوئی تھی۔ اور بسا اوقات پس منظر بیان کرنے کے بعد آپؒ "فانزل اللہ" یا "فنزلت" کی تعبیر اختیار کرتے ہیں، اور اس بات کی صراحت نہیں کرتے کہ یہ اس کا سبب نزول ہے یا یہ واقعہ آیت کے مفہوم ومصداق میں داخل ہے، مثال کے طور پر ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى﴾[52] کی تفسیر میں دوسرا قول آپؒ نے یہ نقل فرمایا ہے کہ اہل عرب کی عادت یہ تھی کہ یتیم کے مال میں ناانصافی کا خوف تو انہیں لاحق رہتا تھا، لیکن عورتوں کے معاملے میں بے انصافی کا انہیں کوئی اندیشہ نہیں تھا، یہ پس منظر نقل کرنے کے بعد آپؒ لکھتے ہیں کہ "فأنزل الله تعالى هذه الآية، يريد كما خفتم ألاّ تعدلوا في أموال اليتامى فهكذا خافوا ألا تعدلوا في النساء".[53] بسا اوقات کسی آیت کے شانِ نزول سے متعلق ایک سے زیادہ اقوال بھی نقل کرتے ہیں، چنانچہ آیت کریمہ ﴿فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ فِئَتَيْنِ﴾[54] کن لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے، اس سلسلے میں آپؒ نے پانچ اقوال نقل فرمائے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں: "اختلف فيمن نزلت هذه الآية بسببه على خمسة أقاويل: أحدها: أنها نزلت في الذين تخلَّفُواْ ...الخ".[55]

مختلف قراءتیں بیان کرنے میں علامہ ماوردیؒ کا منہج واسلوب

علامہ ماوردیؒ نے اپنی تفسیر میں مختلف قراءتیں نقل کرنے کا بھی اہتمام کیا ہے، آیت سے متعلق ائمہ قراءت سے مروی مختلف قراءتیں نقل کر کے ہر قراءت کے مطابق آیت کی تفسیر بیان کرنے کا اہتمام کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر سورۂ نساء کی پہلی

آیت میں آپؒ نے "الارحام" سے متعلق دو قراءتیں نقل فرمائی ہیں کہ یہ نصب اور دونوں طریقوں سے مروی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ "وقرأ حمزۃ والأرحام بالکسر علی ھذا المعنی".[56] اس آیت کریمہ میں پہلے نصب والی معروف قراءت نقل کرنے اور اس کے مطابق تفسیر بیان کرنے کے بعد دوسری قراءت جر والی نقل کرکے اس کے مطابق تفسیر بیان کی ہے۔ اسی طرح آیت کریمہ {فَإِذَا أُحْصِنَّ فَإِنْ أَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ}[57] میں "أحصن" میں قراءتیں نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "قرأ بفتح الألف حمزة والكسائي وأبو بكر عن عاصم، ومعنى ذلك أسلمن فيكون إحصانها ها هنا إسلامها..... وقرأ الباقون بضم الألف، ومعنى ذلك تزوجن فيكون إحصانها ها هنا تزويجها".[58] درج بالا دو مثالیں اور اس طرح کی دیگر مثالیں سامنے رکھنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ علامہ ماوردیؒ نے مختلف قراءتیں نقل کرتے ہوئے درج ذیل باتوں کا اہتمام کیا ہے:

i. قراءت جس امام سے منقول ہے، اُس کی طرف منسوب کرنے کا اہتمام کرتے ہیں۔

ii. ہر قراءت کے مطابق آیت کریمہ کی جو تفسیر بنتی ہے وہ ذکر کر دیتے ہیں۔

فقہی احکام پر مشتمل آیات کی تفسیر میں علامہ ماوردیؒ کا منہج اور اسلوب

سورۂ نساء کا شمار اُن سورتوں میں ہوتا ہے، جن میں کثیر تعداد میں احکام بیان ہوئے ہیں۔ نیز علامہ ماوردیؒ نہ صرف ایک ماہر اور دقیقہ سنج فقیہ تھے، بلکہ اپنے زمانے میں فقہائے شافعیہ کی قیادت کر رہے تھے، اور انہوں نے "الحاوی الکبیر" کے نام سے فقہ شافعی پر ایک انتہائی اہم کتاب لکھی ہے، جس کے بارے میں اہل علم کی رائے یہ ہے کہ اس کتاب کی کوئی نظیر موجود نہیں ہے، ان باتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے دورانِ مطالعہ یہ بات بھی پیش نظر رہی کہ احکام پر مشتمل آیات کی تفسیر کے سلسلے میں علامہ ماوردیؒ کے منہج واسلوب سمجھنے کی کوشش کی جائے، اس سلسلے میں جو نتائج حاصل ہوئے ہیں، ان کی تفصیل ذیل میں پیش خدمت ہے: علامہ ماوردیؒ نے آیاتِ احکام پر خصوصی توجہ دینے کا اہتمام کیا ہے، اور وہ ان آیات کی تفسیر وتشریح کے سلسلے میں فقہائے عظام کے اقوال نقل کرنے کا اہتمام کرتے ہیں، مثال کے طور پر آیت کریمہ {وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَى أَوْ عَلَى سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ}[59] میں "مرضی"، "علی سفر" اور "لامستم" کی تفسیر کے سلسلے میں فقہائے عظام کے اقوال مختلف ہیں، جس کی وجہ سے فقہی جزئیات میں بھی اختلاف ہوا ہے، چنانچہ "مرضی" میں مرض سے کیا مراد ہے، اس سے متعلق آپؒ نے فقہائے کرام کے تین اقوال ذکر کیے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں کہ "فيه ثلاثة أقاويل: أحدها: ما انطلق عليه اسم المرض من مستضرٍّ بالماء وغير مستضرٍّ، وهذا قول داود بن علي. الثاني: ما استضر فيه باستعمال الماء دون ما لم يستضر، وهذا قول مالك وأحد قولي الشافعي. والثالث ما خيف من استعمال الماء فيه التلف دون ما لم يُخفْ، وهو القول الثاني من قولي الشافعي".[60] اسی طرح "علی سفر" میں سفر سے کیا مراد ہے، اس کے معنی مراد میں فقہائے کرام کا آپس میں اختلاف ہے، علامہ ماوردیؒ نے اس سلسلے میں بھی تین اقوال نقل کیے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں کہ "فيه ثلاثة أقاويل: أحدها: ما انطلق عليه اسم السفر من قليل وكثير، وهو قول داود. والثاني: مسافة يوم وليلة فصاعداً، وهو قول مالك والشافعي رحمهما الله. والثالث: مسافة ثلاثة أيام وهو مذهب أبي حنيفة".[61] اس طرح کی متعدد مثالیں تفسیرِ ماوردی میں سے سورۂ نساء کے مطالعہ کے دوران سامنے آتی ہیں، یہاں صرف ان دو مثالوں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ آیاتِ احکام کی تفسیر کے درج بالا دو مثالوں اور اسی طرح کی دیگر مثالوں پر غور کرنے سے علامہ ماوردیؒ کا منہج واسلوب کچھ یوں سامنے آتا ہے:

i. علامہ ماوردیؒ آیاتِ احکام کی تفسیر کرتے ہوئے مختلف فقہاء کے اقوال نقل کرتے ہوئے ہر قول کی نسبت اس کے قائل کی طرف کرنے کا اہتمام کرتے ہیں۔

ii. فقہی مذاہب نقل کرنے کے سلسلے میں آپؒ مذاہب اربعہ سے ہٹ کر دیگر فقہاء کے مذاہب کا بھی حوالہ دیتے ہیں، چنانچہ درج بالا مثالوں میں انہوں نے امام داؤد ظاہریؒ کا بھی حوالہ دیا ہے۔

iii. علامہ ماوردیؒ فقہ شافعی کے پیروکار تھے، مگر آیاتِ احکام کی تفسیر میں آپؒ کے منہج اور طریقہ کار میں مذہبی تعصب دور دور تک نظر نہیں آتا، چنانچہ جہاں آپؒ امام شافعیؒ کی رائے نقل کرتے ہیں وہاں دیگر فقہاء کے اقوال نقل کرنے کا بھی اہتمام کرتے ہیں۔

iv. علامہ ماوردیؒ آیاتِ احکام کی تفسیر کے دوران امام احمد بن حنبلؒ کے حوالے بہت کم دیتے ہیں، اور شاید یہ اس بنیاد پر ہو کہ امام احمد بن حنبلؒ آپ کی نظر میں محدث تھے، فقیہ نہیں تھے۔

v. علامہ ماوردیؒ آیت سے متعلق کسی فقیہ کا قول نقل کرتے ہوئے مسئلے سے متعلق دلائل کا تذکرہ نہیں کرتے، بلکہ صرف اُسی آیت کی تفسیر سے متعلق اُس کا قول نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں، اور یہ اس بنیاد پر ہوتا ہے کہ ہر فقیہ کے دلائل اُس مذہب پر لکھی ہوئی فقہ کی کتابوں میں تفصیل سے موجود ہوتے ہیں۔

vi. تفسیرِ ماوردی سے سورۂ نساء کے اختصاصی مطالعے کے دوران آپؒ کے منہج اور اسلوب کے حوالے سے جو چیزیں سامنے آئی تھیں، وہ درج بالا سطور میں آپ حضرات کی خدمت میں پیش کر چکا ہوں۔ مزید گہرائی سے مطالعہ کرنے سے آپؒ کے منہج اور اسلوب سے متعلق مزید چیزیں واضح ہونے کے امکانات موجود ہیں، لیکن یہاں اختصار کے ساتھ درج بالا چند امور سے متعلق آپؒ کا منہج اور اسلوب پیش کرنا پیش نظر تھا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

خلاصۂ بحث

سورۂ نساء کے اختصاصی مطالعہ کے بعد اس سورت کا جو تجزیہ یہاں پیش کیا گیا، اس سے درج ذیل نتائج سامنے آتے ہیں: علامہ ماوردیؒ اپنے زمانے کے بہت بڑے فقیہ اور مفسر گزرے ہیں، جس کی بنیاد پر تقریباً ہزار سال گزرنے کے بعد آج بھی لوگ اُن کے علوم سے مستفید ہو رہے ہیں۔ علامہ ماوردیؒ کی زیادہ وابستگی قضا سے رہی، لیکن اس کے باوجود بھی آپؒ نے تصنیف اور تألیف کے میدان بھی اپنا لوہا منوایا ہے۔ آپؒ کی لکھی ہوئی تفسیر "النکت والعیون" تفسیر بالمأثور اور تفسیر بالمعقول دونوں پر مشتمل ہے، البتہ اس پر تفسیر بالمأثور کا رنگ غالب ہے۔ اس تفسیر میں آپؒ نے اپنے پیش رو مفسرین کی کتابوں کا خلاصہ پیش کرنے کی کوشش کی ہے، اور اس سلسلے میں وہ کافی حد تک کامیاب نظر آتے ہیں، لہٰذا ان کی تفسیر پڑھنے سے آپ سے پہلے تفسیر پر لکھی ہوئی تفصیلی کتابوں، جیسے تفسیر طبری اور تفسیر ابن ابی حاتم وغیرہ کا نچوڑ سامنے آتا ہے۔ اس تفسیر میں تفسیر کے چھ بنیادی مأخذ میں سے ہر ایک مأخذ سے استفادہ کیا گیا ہے۔ علامہ ماوردیؒ نے علم القراءات، علم اسباب نزول اور دیگر علوم قرآن کی تطبیق پر خصوصی توجہ دی ہے۔ علامہ ماوردیؒ فقیہ ہونے کی وجہ سے اپنی تفسیر میں آیاتِ احکام سے متعلق مختلف فقہاء کے اقوال نقل کرنے کا بھی اہتمام کرتے ہیں۔

References

[1] : "Ahmad ibn Ali ibn Thabit ibn Ahmad, Abu Bakr al-Khatib al-Baghdadi, born in 463 AHS, Baghdad, (Translated by Bashar Awad), Beirut, Dar al-Gharb al-Islami, First

Edition: 2002 CE; Abdul Karim ibn Muhammad ibn Mansur, Abu Saeed al-Sam'ani al-Marwazi, born in 562 AH, Al-Ansab (Translated by Abdul Rahman al-Maalmi and others), Hyderabad, India: Majlis Da'irat al-Ma'arif al-Othmaniyyah, First Edition: 1382 AH - 1962 CE, Volume 12: 60."
2 : "For detailed information on teachers and students, refer to:
Dhahabi, Tareekh al-Islam, 9: 751.Khatib al-Baghdadi, Tareekh Baghdad, 13: 587.Ibn al-Salah, Tabaqat al-Fuqaha al-Shafi'iyah, 2: 637.Muhammad ibn Ahmad ibn Uthman ibn Qaymaz, Shams al-Din, Abu Abdullah al-Dhahabi, born in 748 AH, Siyar A'lam al-Nubala (Translated by Shu'ayb al-Arnaut), Beirut: Dar al-Risalah, Third Edition: 1406 AH, Volume 18: 64-68."
3: "Dhahabi, Siyar A'lam al-Nubala, 18: 64."
4 : "Khatib al-Baghdadi, Tareekh Baghdad, 13: 587."
5: "Taj al-Din Abdul Wahab ibn Taqi al-Din al-Subki, born in 771 AH, Tabaqat al-Shafi'iyah al-Kubra (Translated by Mahmoud al-Tanaji and Abdul Fattah Muhammad al-Hilu), Beirut: Dar al-Hijr, Second Edition: 1413 AH, Volume 5: 268."
6: "Abdul Rahman ibn Abi Bakr, Jalal al-Din al-Suyuti, born in 911 AH, Tabaqat al-Mufassirin al-Ishreen (Translated by Ali Muhammad Umar), Cairo: Maktaba Wahbah, First Edition: 1396 AH, Page: 83."
7: "Ibn al-Salah, Tabaqat al-Fuqaha al-Shafi'iyah, 2: 637."
8: "Dhahabi, Siyar A'lam al-Nubala, 18: 65."
9 : "Mustafa ibn Abdullah Katib Jalabi, known as Haji Khalifah, born in 1067 AH, Kitaab Kashf al-Zunun 'an Asami al-Kutub wal-Funun, Baghdad: Maktabat al-Mathni, Printed: 1941 CE, Volume 1: 628."
10 : "Abdul Rahman ibn Ali ibn Muhammad, Abu al-Faraj al-Jawzi, born in 597 AH, Al-Muntazam fi Tarikh al-Umam wal-Muluk (Translated by Muhammad Abdul Qadir Ata, Mustafa Abdul Qadir Ata), Beirut: Dar al-Kutub al-Ilmiyyah, First Edition: 1992 AH, Volume 16: 41. Dhahabi, Siyar A'lam al-Nubala, 18: 65. Haji Khalifah, Kashf al-Zunun, 2: 1978."
11: "Muhammad ibn Muhammad ibn Abdul Razzaq al-Husayni, known as Abu al-Fayd, with the title of Murtadha, al-Zubaydi, born in 1205 AH, Taaj al-Aroos min Jawahir al-Qamoos (Translated by a group of scholars), Publisher: Dar al-Hadayah, 5:128."
12: "Muhammad ibn Abi Bakr ibn Abdul Qadir, known as Abu Abdullah al-Hanafi al-Razi, born in 666 AH, Mukhtaar al-Sahah (Translated by Yusuf al-Sheikh Muhammad), Beirut: Al-Maktabah al-Asriyyah, Fifth Edition: 1999 CE, Page: 223."
13: "Ibn al-Salah, Tabaqat al-Fuqaha al-Shafi'iyah, 2: 638."
14: "Ahmad Ibn Ali ibn Muhammad ibn Ahmad ibn Hajar, known as Abu al-Fadl al-Asqalani, born in 852 AH, Lisan al-Mizan (Translated by Abdul Fattah Abu Ghuddah), Dar al-Basha'ir al-Islamiyyah, First Edition: 2002 CE, Volume 6: 24, Number: 5495."
15: "Suyuti, Tabaqat al-Mufassirin al-Ishreen, Page: 84."
16 : "Badr bin Muhammad al-Samit, The Approach of al-Mawardi in His Tafsir 'Al-Nukat wal-'Uyun,' an introductory study for the Master's degree at Umm Al-Qura University, supervised by Dr. Abdul Wahab Fa'id, Year: 1406 AH - 1407 AH."
This reference indicates the author's name, the title of the thesis, the academic institution (Umm Al-Qura University), the supervisor's name, and the year in the Islamic calendar.

[17] : "The introduction, circumstances of revelation, and themes of Surah An-Nisa are drawn from Ibn Ashur, Muhammad Tahir bin Ashur, At-Tahrir wal-Tanwir, Published by: Mu'assasat Tarikh, Beirut, Lebanon: 4/5-8."
18: Ali ibn Muhammad ibn Muhammad ibn Habib, known as Abu al-Hasan al-Basri al-Baghdadi, popularly known as al-Mawardi, born in 450 AH, Al-Nukat wal-'Uyun / Tafsir al-Mawardi (Translated by Al-Sayyid ibn Abdul Maqsood ibn Abdul Rahim), Beirut: Dar al-Kutub al-Ilmiyyah, Volume 1: 21."
[19]: "An-Nisa (The Women): 4:3"
20: "Al-Māwardī, *Al-Nukat wa al-'Uyūn: Tafsīr al-Māwardī*, 1:450.
[21] :"Al-Nisā' (The Women): 4:88".
[22]:" Al-Māwardī, *Al-Nukat wa al-'Uyūn: Tafsīr al-Māwardī*, 1:514.
[23]:" Al-Māwardī, *Al-Nukat wa al-'Uyūn: Tafsīr al-Māwardī*, 1:21.
[24]: " Al-Nisā' (The Women): 4:13".
[25]:" Al-Māwardī, *Al-Nukat wa al-'Uyūn: Tafsīr al-Māwardī*, 1:461.
[26]:" Al-Māwardī, *Al-Nukat wa al-'Uyūn: Tafsīr al-Māwardī*, 1:461.
[27]:" Al-Māwardī, *Al-Nukat wa al-'Uyūn: Tafsīr al-Māwardī*, 1:527.
[28]:" Al-Māwardī, *Al-Nukat wa al-'Uyūn: Tafsīr al-Māwardī*, 1:21.
[29]: " Al-Nisā' (The Women)): 4:13".
[30] :" Al-Māwardī, *Al-Nukat wa al-'Uyūn: Tafsīr al-Māwardī*, 1:464.
[31]:"Al-Mā'ida: 5:103".
[32]:" Al-Māwardī, *Al-Nukat wa al-'Uyūn: Tafsīr al-Māwardī*, 1:74.
[33]:" Al-Māwardī, *Al-Nukat wa al-'Uyūn: Tafsīr al-Māwardī*, 1:21.
[34] :" Al-Nisā' (The Women): 4:18".
[35] :" Al-Māwardī, *Al-Nukat wa al-'Uyūn: Tafsīr al-Māwardī*, 1:465.
[36] : " Al-Nisā' (The Women): 4:42".
[37] :" Al-Māwardī, *Al-Nukat wa al-'Uyūn: Tafsīr al-Māwardī*, 1:488.
[38]: " Al-Nisā' (The Women): 4:123".
[39] :" Al-Māwardī, *Al-Nukat wa al-'Uyūn: Tafsīr al-Māwardī*, 1:531.
[40]: " Al-Nisā' (The Women): 4:47".
[41] :" Al-Māwardī, *Al-Nukat wa al-'Uyūn: Tafsīr al-Māwardī*, 1:494.
[42] :" Al-Nisā' (The Women): 4:3".
[43] :" Al-Māwardī, *Al-Nukat wa al-'Uyūn: Tafsīr al-Māwardī*, 1:448.
[44] : " Al-Nisā' (The Women): 4:2".
[45] :" Al-Māwardī, *Al-Nukat wa al-'Uyūn: Tafsīr al-Māwardī*, 1:447.
[46]: " Al-Nisā' (The Women): 4:3".
[47] :" Al-Māwardī, *Al-Nukat wa al-'Uyūn: Tafsīr al-Māwardī*, 1:450.
[48] : " Al-Nisā' (The Women): 4:18".
[49] :" Al-Māwardī, *Al-Nukat wa al-'Uyūn: Tafsīr al-Māwardī*, 1:465.
[50] : " Al-Nisā' (The Women): 4:7".
[51] :" Al-Māwardī, *Al-Nukat wa al-'Uyūn: Tafsīr al-Māwardī*, 1:455.
[52] :" Al-Nisā' (The Women): 4:3".
[53] :" Al-Māwardī, *Al-Nukat wa al-'Uyūn: Tafsīr al-Māwardī*, 1:448.
[54] : " Al-Nisā' (The Women): 4:88".
[55] :" Al-Māwardī, *Al-Nukat wa al-'Uyūn: Tafsīr al-Māwardī*, 1:514.
[56] :" Al-Māwardī, *Al-Nukat wa al-'Uyūn: Tafsīr al-Māwardī*, 1:447.
[57] : " Al-Nisā' (The Women): 4:25".

[58] :" Al-Māwardī, *Al-Nukat wa al-'Uyūn: Tafsīr al-Māwardī*, I:473.
[59] : " Al-Nisā' (The Women): 4:43".
[60] :" Al-Māwardī, *Al-Nukat wa al-'Uyūn: Tafsīr al-Māwardī*, I:490.
[61] :" Al-Māwardī, *Al-Nukat wa al-'Uyūn: Tafsīr al-Māwardī*, I:490.